تیسیر الالٰہ

بشرح أدلة شروط لا الٰہ الا اللّٰہ

شروط توحید کے دلائل کی شرح

مولف:

شیخ عبید بن عبداللہ بن سلیمان الجابری رحمہ اللہ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين۔

أما بعد:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کے اندر میں نے شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ کے ذریعے "شروط لا الہ الا اللہ" کے استدلال کی شرح پیش کی ہے، اور اس رسالے کا نام "تیسیر الالہ بشرح أدلۃ شروط لا الہ الا اللہ" رکھا ہے۔

طریقہ تالیف:

پہلا: میں نے پہلے لا الہ الا اللہ کے شروط کو لکھا پھر اسکے بعد ہر شرط کی دلیل نقل کی ہے، ساتھ ہی مصنف رحمہ اللہ کے الفاظ کی محافظت کا خیال رکھا گیا ہے۔

دوسرا: جن آیتوں سے مصنف رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے انکا حوالہ میں نے قرآنی سورتوں سے نقل کر دی ہے اسی طرح حدیثوں کی تخریج بھی کر دی ہے۔

تیسرا: دلیلوں کی شرح کرتے ہوئے میں نے اہل علم کے اقوال پر اعتماد کیا ہے اور تقریبا اکثر شرح انہیں اقوال کی روشنی میں کیا ہے درج ذیل چند اسباب کی بنا پر:

۱- متقدمین اہل علم اور ائمہ دین کے فضل واحسان کا اعتراف کرتے ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی روشنی میں: (لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس) ترجمہ: جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔

۲- دعوت دین میں رغبت رکھنے والے نوجوانان ملت ایک ادنی نصیحت کہ وہ دعوت دین کے میدان میں انہیں علمائے اسلام کی کتابوں سے استفادہ کریں جنہوں نے اپنے فہم وفقہ اور استدلال پر کتاب وسنت کو بنیاد بنایا ہے، اور اسی نہج پر تربیت پائی ہے، اور تاکہ معاصر فکری ملمع ساز کتابوں سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ ان میں اکثر اصول وفروع ہر سطح پر حقائق دین سے جہالت پر مبنی ہیں۔

۳- میں سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، اور آپ سے قبل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان دونوں شخصیتوں کے بعد شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ اور شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ جیسے دیگر معاصر علماء کرام نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی بہترین تشریح کی ہے، کلمہ توحید کی حقیقت بیان کی ہے، نیز اس پر عمل کرنے کے تقاضوں کی وضاحت کی ہے، اب اگر کوئی ان انمول امور کو فکری کتابوں میں ڈھونڈنے کی کوشش کرے تو اسے مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، بلکہ اس میں ائمہ دعوت سلفیہ کی شان کو گھٹانا ہے، بلکہ اگر ائمہ دعوت کی کتابوں کو چھوڑ کر معاصر فکری کتابوں کی طرف دعوت مطالعہ دیتا ہے تو گویا وہ امت مسلمہ کو بالخصوص نوجوانان ملت کو منہج سلف

سے انحراف اور ارتکاب کی طرف بلا رہا ہے، کیا ہی خوبصورت کلام ہے ابو عثمان نیسا پوری رحمہ اللہ کا، آپ نے کہا کہ جس نے سنت کو اپنے اوپر قول وعمل ہر پیمانے پر لاگو کرلیا تو اسکا کلام حکمت پر مبنی ہوگا، اور جس نے خواہشات نفس کو اپنے اوپر قول وعمل ہر پیمانے پر لاگو کرلیا تو اسکا کلام بدعت پر مبنی ہوگا۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ

عبید بن عبد اللہ بن سلیمان الجابری

مدرس بالجامعۃ الاسلامیہ، المدینہ

شیخ محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ نے کہا:

شروط لا إله إلا الله.

ترجمہ:لا الہ الا اللہ کے شروط۔

الشرح:

شروط: شرط کی جمع ہے،لغت میں نشانی اور علامت کے معنی میں آتا ہے،اور شرط کی جمع شروط اور اشراط دونوں آتی ہے،اور یہاں شرط سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکی معرفت حاصل کرنا اور پھر ان پرعمل کرنا ایک مکلف بندے پر واجب ہے تاکہ وہ ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے موحد بن جائے۔



شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا:

پہلی شرط: نفی واثبات دونوں اعتبار سے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے معنی کا علم رکھنا۔

-علم کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: (فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ) ترجمہ: پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ (محمد:۱۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ترجمہ: مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔ (الزخرف:۸۶)۔

یعنی وہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا علم رکھتے ہیں، اور جس طرح وہ اپنی زبان سے اسے ادا کرتے ہیں اسی طرح اسکا معنی بھی دلوں میں جانتے ہیں۔

-سنت سے اسکی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ عُثْمَانَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مرجائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم:۲۶)۔

الشرح:

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: (نفی واثبات دونوں اعتبار سے کلمہ توحید لا الہ الا

اللہ کے معنی کا علم رکھنا)۔

اس کلمے کے پہلے جزء سے اللہ کے سوا دیگر معبودان باطلہ کی عبادت کی نفی کی گئی ہے اور دوسرے جزء میں عبادت کو صرف اللہ کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ جس طرح بادشاہت اور خلق وتدبیر میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح اسکی عبادت میں بھی اسکا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔

اور یہی وہ کلمہ توحید ہیکہ جسے دیکر اللہ تعالی نے تمام نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا ہے اور سب نے اسی کی طرف دعوت دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔ (الانبیاء:۲۵)۔

نوح، ھود اور صالح علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم سے کہا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ) ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔(الاعراف:۵۹)۔

تمام انبیاء ورسل کی دعوت کیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر مرکوز تھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)۔

اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:(وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ[26] إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ[27] وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ) ترجمہ: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔[26] سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔[27] اور اس نے اس (توحید کی بات) کو اپنے پچھلوں میں باقی رہنے والی بات بنا دیا، تاکہ وہ رجوع کریں۔(الزخرف:۲۸)۔

اور اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیکر بھیجا کہ اپنی امت کو اس سے باخبر کر دیں، چنانچہ ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ) ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔(الاسراء:۲۳)۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا:(وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا) ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔(النساء:۳۶)۔

یہ مذکورہ آیات اور اس معنی کی جتنی بھی قرآنی آیات ہیں اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ تمام انبیاء ورسل نے کلمہ توحید لا اله الا الله کے تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف دعوت دی اور یہ کھلا پیغام سنا دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ نے کہا: ارشاد باری تعالی ہے: (فاعلم أنه لا إله إلا الله).
ترجمہ: جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

یہ آیت کا ٹکڑا ہے، پوری آیت اس طرح ہے: (فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ) ترجمہ: پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے۔ (محمد: ۱۹)۔

-اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے کہا:

علم میں اقرار قلب اور اس معنی کی معرفت، جو علم اسے طلب کرتا ہے، لازمی امر ہے اور علم کی تکمیل یہ ہے کہ اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے اور یہ علم جس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم ہے اور ہر انسان پر فرض عین ہے اور کسی پر بھی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اس علم کے حصول کا طریق کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، چند امور پر مبنی ہے:

(1) سب سے بڑا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال میں تدبر کیا جائے جو اس کے کمال اور اس کی عظمت و جلال پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسماء وصفات میں تدبر و عبادت میں کوشش صرف کرنے اور رب کامل کے لئے تعبد کا موجب ہوتا ہے جو ہر قسم کی حمد و

مجد اور جلال و جمال کا مالک ہے۔

(2) اس حقیقت کا علم کہ اللہ تعالیٰ تخلیق و تدبیر میں متفرد ہے، اس کے ذریعے سے اس بات کا علم حاصل ہوگا کہ وہ الوہیت میں بھی متفرد ہے۔

(3) اس امر کا علم کہ ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے میں وہ متفرد ہے۔ یہ علم دل کے اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے، اس سے محبت کرنے، اس اکیلے کی عبادت کرنے کا موجب بنتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

(4) ہم یہ جو دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے، جو اس کی توحید کو قائم کرتے ہیں، فتح و نصرت اور دنیاوی نعمتیں ہیں اور اس کے دشمن مشرکین کے لئے سزا اور عذاب ہے۔۔۔ یہ چیز اس علم کے حصول کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام تر عبادت کا وہی مستحق ہے۔

(5) ان بتوں اور خود ساختہ ہمسروں کے اوصاف کی معرفت، جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور انہیں معبود بنالیا گیا ہے، کہ یہ ہر لحاظ سے ناقص اور بالذات محتاج ہیں، یہ خود اپنے لئے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ یہ دوبارہ زندگی ہی عطا کرسکتے ہیں، یہ ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کرسکتے جو ان کی عبادت کرتے ہیں، بھلائی عطا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، نیز یہ علم اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہے۔

(6) حقیقت توحید پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اتفاق کرتی ہیں۔

(7) اللہ تعالیٰ کے خاص بندے، جو اخلاق، عقل، رائے، صواب اور علم کے اعتبار سے اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ کامل ہیں، یعنی انبیاء و مرسلین اور علمائے ربانی، اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔

(8) اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو دلائل افقیہ اور نفسیہ قائم کیے ہیں، جو توحید الٰہی پر سب سے بڑی دلیل ہیں، اپنی زبان سے حال سے پکار پکار کر اس کی باریک کاریگری، اس کی عجیب و غریب حکمتوں اور اس کی انوکھی تخلیق کا اعلان کرتے ہیں۔

یہ وہ طریقے ہیں، جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کثرت سے اس امر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کو اپنی کتاب میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور بار باران کا اعادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض پر غور و فکر کرنے سے بندے کو علم اور یقین حاصل ہونا ایک لازمی امر ہے، تب بندے کو کیوں کر علم اور یقین حاصل نہ ہو گا جب دلائل ہر جانب سے مجتمع اور متفق ہو کر توحید پر دلالت کرتے ہوں۔

یہاں بندۂ مومن کے دل میں توحید پر ایمان اور اس کا علم راسخ ہو کر پہاڑوں کی مانند بن جاتے ہیں، شبہات و خیالات انہیں متزلزل نہیں کر سکتے اور باطل اور شبہات کے بار بار وارد ہونے سے ان کی نشوونما اور ان کے کمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

اگر آپ اس عظیم دلیل اور بہت بڑے معاملے کو دیکھیں ۔۔۔ اور وہ ہے قرآن عظیم میں تدبر اور اس کی آیات میں غور و فکر ۔۔۔ تو یہ علم توحید تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے، اس کے ذریعے سے توحید کی وہ تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں

ہوسکتیں۔(تفسیر سعدی:۵/ ۳۰)۔

*آیت کے فوائد:

۱-نفی واثبات دونوں اعتبار سے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے معنی کا علم رکھنا واجب ہے۔اور شیخ رحمہ اللہ نے اس علم کے حصول کے طریقے اور ذرائع واضح کر دیا ہے۔

۲-نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے حق میں استغفار کا حکم دیا گیا ہے جس میں گنہگار مسلمان بھی شامل ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل قبلہ مسلمانوں میں سے اگر کسی کی توحید کی حالت میں وفات ہو جائے تو اسکا جنازہ پڑھا جائے گا، اسکے لئے دعاء و استغفار کیا جائے گا،گناہ کی بنیاد پر خواہ گناہ صغیرہ ہو کہ کبیرہ اسکا جنازہ روکا نہیں جائے گا اور نہ ہی دعا و استغفار سے رکیں گے۔(اصول السنہ، ص ۶۰)۔

میں کہتا ہوں کہ اسی بات پر علمائے اہل سنت والجماعہ کا اتفاق ہیکہ اہل توحید میں سے اگر کوئی گناہ کبیرہ کے ساتھ فوت ہوتا ہے تو اس کیلئے دعاء واستغفار کریں گے اور اسکا جنازہ بھی پڑھیں گے۔

۳-معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے اعمال سے واقف ہے، ان پر انہیں وہ بدلہ دے گا۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا:

ارشاد باری تعالی ہے: (إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ترجمہ: مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔ (الزخرف: ۸۶)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ استثناء منقطع ہے، یعنی: مگر جس نے علم وبصیرت کے ساتھ حق کی شہادت دی تو اسکی شفاعت اللہ کے پاس قبول ہوگی مگر اسکی اجازت کے بعد۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۱۴۷)۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: أي بلا إله إلا الله. ترجمہ: یعنی انہیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی جانکاری ہے۔

شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ نے کہا:

یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جارہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول پر فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کروہ مبعوث ہوئے ہیں۔ (تفسیر ابن سعدی: ۴/ ۴۶۱)۔

آگے شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: في الصحيح: من مات وهو يعلم.... الخ. ترجمہ: صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو فوت ہو جائے اس حال میں کہ اسے علم ہو.......

صحیح سے اشارہ شیخ رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی طرف کیا ہے۔

اور اس کے تحت جس حدیث کو پیش کیا ہے اس پر امام نووی رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے: بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا۔ اس بات پر دلیل کہ توحید کی حالت میں فوت ہونے والا قطعی جنتی ہے۔

اور وہ حدیث درج ذیل ہے:

عَنْ عُثْمَانَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مرجائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم:٢٦)۔

میں کہتا ہوں کہ لفظ حدیث سے شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل امام نووی رحمہ اللہ کے استنباط کے موافق ہے، اور اس معنی ومفہوم کی بہت ساری حدیثیں ہیں، جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

١۔صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ".

ترجمہ: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچا دیا تھا اللہ نے مریم تک اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا (آخر) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۳۵)۔

۲- صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ لَقِيَ اللَّهَ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ، يُشْرِكُ بِهِ، دَخَلَ النَّارَ "۔

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جو شخص اللہ سے ملے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس ملے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم: ۹۳)۔

مذکورہ احادیث اور اس معنی کی دیگر احادیث سے دو چیزیں قطعی طور پر معلوم ہوئی ہیں:

۱- توحید کی حالت میں فوت ہونے والا قطعی جنتی ہے۔

۲- مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

اور یہ اہل سنت والجماعہ کے عقیدے کے مطابق ہے کہ فاسق گنہگار مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے اور گناہوں کی وجہ سے فاسق ہے۔

اس کی مزید وضاحت صحیح بخاری کی اس روایت سے ہو جاتی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔ (صحیح بخاری: ۳۹۱)۔



شیخ محمد بن عبدالوهاب رحمہ اللہ نے کہا:

* دوسری شرط:

یقین: اس سے مراد کلمہ توحید سے متعلق کمال علم ہے جو کہ شک وشبہ کے منافی ہے۔

-یقین کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) ترجمہ: مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ (الحجرات: ۱۵)۔

یہاں آیت کے اندر اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے میں سچائی کیلئے یہ شرط لگائی ہے کہ انہیں اس ایمان میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ شک کرنے والا منافقوں میں سے ہوتا ہے۔

-سنت سے اسکی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قال النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا، إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے (وہی سچا اللہ ہے باقی سب جھوٹے معبود ہیں) اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جو بندہ اللہ سے ملے اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا" (صحیح مسلم:۲۷)۔

اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے: (لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ، فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ) ترجمہ: جو شخص ان دونوں باتوں پر یقین کرکے اللہ سے ملے، وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔ (مصدر سابق)۔

اسی طرح ایک دوسری لمبی روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ) ترجمہ: جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کردے کہ اس کے لیے جنت ہے۔ (صحیح مسلم:۳۱)۔

الشرح:

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ.... الآية) ترجمہ: مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ (الحجرات:۱۵)۔

"انما" حرف حصر ہے، یعنی حکم کو اسم مذکور کے اندر منحصر کردینا اور دوسرے سے نفی کردینا۔

مفہوم یہ ہیکہ اہل ایمان میں کچھ ایسے ہیں جو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے پکے مومن ہیں جو قول وعمل اور اعتقاد ہر سطح پر اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کرتے، اور نہ ہی انہیں اس میں کوئی شبہ ہوتا ہے، وہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتا ہے، اسی لئے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:(أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) ترجمہ: یہی لوگ سچے ہیں ۔(الحجرات:۱۵)۔

اس آیت کے اندر شاید یہ ٹکڑا ہے:(ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا) ترجمہ: پھر انھوں نے شک نہیں کیا۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس آیت سے مزید استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا جزء ہے۔

اسی میں ایک استدلال یہ بھی ہیکہ اسی ضمن میں جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے جو کہ ایک عمل ہے اور اسے ایمان کے خصائص میں بیان کیا گیا ہے۔

-سنت سے اسکی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ، فَقَالَ: إِنَّ وفدَ عَبْدِ الْقَيْسِ، أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ الْوَفْدُ، أَوْ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا: رَبِيعَةُ، قَالَ: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ، أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ

خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى، قَالَ: فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ، وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ، مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، قَالَ: أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، وَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِنَ الْمَغْنَمِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالْمُزَفَّتِ".

ترجمہ: ابوجمرہ (نصر بن عمران) سے روایت ہے کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ان کے اور لوگوں کے بیچ میں مترجم تھا (یعنی اوروں کی بات کو عربی میں ترجمہ کر کے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھاتا) اتنے میں ایک عورت آئی جو پوچھتی تھی گھڑے کے نبیذ کے بارے میں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عبدالقیس کے وفد (وفد کے معنی او پر گزر چکے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ وفد کون ہیں؟ یا یہ کس قوم کے لوگ ہیں؟" لوگوں نے کہا ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مرحبا ہو قوم یا وفد کو جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ۔" (کیونکہ بغیر لڑائی کے خود مسلمان ہونے کے لئے آئے۔ اگر لڑائی کے بعد مسلمان ہوتے تو وہ رسوا ہوتے لونڈی غلام بنائے جاتے، مال لٹ جاتا تو شرمندہ ہوتے) ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس دور دراز سے سفر کر کے آتے

ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں یہ قبیلہ ہے مضر کے کافروں کا تو ہم نہیں آسکتے آپ تک مگر حرام کے مہینہ میں (جب لوٹ مار نہیں ہوتی) اس لئے ہم کو حکم کیجئیے ایک صاف بات کا جس کو ہم بتلا دیں اور لوگوں کو بھی اور جائیں اس کے سبب سے جنت میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار باتوں کا حکم کیا اور چار باتوں سے منع فرمایا ان کو حکم کیا اللہ کی توحید پر ایمان لانے کا اور ان سے پوچھا: "تم جانتے ہو ایمان کیا ہے؟" انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ایمان گواہی دینا ہے اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا (یہ چار باتیں ہوگئیں۔ اب ایک پانچویں بات اور ہے) اور غنیمت کے مال میں سے پانچویں حصے کا ادا کرنا۔" (یعنی جو کافروں کی لوٹ میں سے مال ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لئے نکالنا) اور منع فرمایا ان کو کدو کے تونبے اور سبز لاکھی گھڑے اور روغنی برتن سے۔ (صحیح مسلم: ۱۷)۔

یہاں شاہد یہ ہیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی تفسیر اسلام کے ظاہری اعمال سے کی ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: (من السنة الحديث الثابت في الصحيح). ترجمہ: اور سنت سے اسکی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت سے مراد یہ واقعہ ہے جو کہ صحیح مسلم کے اندر تفصیل سے وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ، قَالَ: فَنَفِدَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ، قَالَ: حَتَّى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ، فَدَعَوْتَ اللَّهَ عَلَيْهَا، قَالَ: فَفَعَلَ، قَالَ: فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهِ، وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهِ، قَالَ: وَقَالَ مُجَاهِدٌ: وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ، قُلْتُ: وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنَّوَى؟ قَالَ: كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهَا حَتَّى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ، قَالَ: فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: " أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا، إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک سفر (جنگ تبوک) میں تو لوگوں کے توشے تمام ہو گئے اور آپ نے قصد کیا لوگوں کے بعض اونٹ کاٹ ڈالنے کا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کاش آپ جمع کرتے لوگوں کے سب توشے اور پھر اس پر اللہ سے دعا کرتے (تاکہ اس میں برکت ہو اور سب کے لئے کافی ہو جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تو جس کے پاس گیہوں تھی لے کر آیا اور جس کے پاس کھجور تھی وہ کھجور لے کر آیا اور جس کے پاس گٹھلی تھی وہ گٹھلی لے کر آیا۔ میں نے کہا: گٹھلی کو کیا کرتے تھے انہوں نے کہا: اس کو چوستے تھے پھر اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی نے کہا: آپ نے ان سب توشوں پر دعا کی تو لوگوں نے اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو بھر لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے (وہی سچا

اللہ ہے باقی سب جھوٹے معبود ہیں)اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جو بندہ اللہ سے ملے اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۲۷)۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ۔ ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے (وہی سچا اللہ ہے باقی سب جھوٹے معبود ہیں)اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

شہادت لغت میں خبر دینے اور اقرار کرنے کو کہتے ہیں، اور یہاں مراد یہ ہیکہ بندہ اللہ کیلئے خالص عبادت اور اسکی وحدانیت نیز اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رسالت کا اقرار کرے۔

آگے شیخ نے کہا: (لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ)۔ترجمہ: جو بندہ اللہ سے ملے۔

یعنی قیامت کے روز اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے۔

آگے شیخ نے کہا: (غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا) ترجمہ: اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہ ہو۔

یعنی اس میں اسے کوئی تردد اور شک وشبہ نہ ہو۔ اور اس حدیث میں یہی وجہ شاہد ہے۔

آگے شیخ نے کہا: وفی روایۃ۔ترجمہ: اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم ہی کے اندر اسی سیاق میں قدرے مختلف ایک دوسری روایت وارد ہوئی ہے، جس کے اندر اس بات کی تحدید ہیکہ وہ واقعہ غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آیا تھا۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا: (فيحجب عن الجنة).ترجمہ: کہ اسے جنت سے روک دیا جائے۔

یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ اسے جنت سے روک دیا جائے۔

اس تعلق سے یہاں دو چیزوں کا ذکر کرنا ضروری ہے:

پہلی چیز:

جنت سے روکنے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: ہمیشہ کیلئے روک دیا جائے، یہ کفار کے حق میں ہے، اور اہل توحید اس سے مستثنی ہیں۔

دوسری صورت: وقتی طور پر روک دیا جائے، اور مرتکب کبیرہ ایمان والوں کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے، جیسا کہ شفاعت والی حدیثوں میں اسکا ذکر آیا ہے۔

دوسری چیز:

اس حدیث کے اندر جس رکاوٹ کی نفی کی گئی ہے وہ مطلق نہیں بلکہ مقید ہے، اور وہ قید علم وعمل ہے، یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا اسے علم ہو اور اسکے تقاضوں پر عمل کرتا ہو۔اس پر مزید گفتگو حدیث عتبان پر آئے گی۔

آگے شیخ نے کہا: (وعن أبي هريرة رضي الله عنه أيضا من حديث طويل).

ترجمہ: اور اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور طویل حدیث مروی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بھی صحیح مسلم کے اندر وارد ہوئی ہے جس کے الفاظ کچھ اس طرح

ہیں:

حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ، هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِيعٌ، يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةَ، وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مِنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهَؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ، قَالَ: اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَخَرَرْتُ لِاسْتِي، فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا

هُرَيْرَةَ، فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً، وَرَكِبَنِي عُمَرُ، فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ: لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ، فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي، قَالَ: ارْجِعْ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ: يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، " مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ "، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلِّهِمْ.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آدمیوں میں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے (اور باہر تشریف لے گئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو اکیلا پا کر نہ مار ڈالیں۔ ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لئے نکلا اور بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچا (بنی نجار انصار میں سے ایک قبیلہ تھا) اس کے چاروں طرف دروازہ کو دیکھتا ہوا پھرا کہ دروازہ پاؤں تو اندر جاؤں (کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اندر تشریف لے گئے ہوں) دروازہ ملا ہی نہیں (شاید اس باغ میں دروازہ ہی نہ ہو گا یا اگر ہو گا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ میں نظر نہ آیا ہو گا) دیکھا کہ باہر کنوئیں سے ایک نالی باغ کے اندر

جاتی ہے میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو ہریرہ!" میں کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا حال ہے تیرا۔" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہم لوگوں میں تشریف رکھتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور آپ نے آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو ہم سے جدا دیکھ کر نہ ستائیں۔ ہم گھبرا گئے اور سب س پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس آیا (دروازہ نہ ملا) تو اس طرح سمٹ کر گھس آیا جیسے لومڑی اپنے بدن کو سمیت کر گھس جاتی ہے اور سب لوگ میرے پیچھے آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "اے ابو ہریرہ!" اور عنایت کیے مجھ کو اپنے جوتے (نشانی کے لئے تا کہ اور لوگ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا: "میرے دونوں جوتے لے کر جا اور جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کے لیے جنت ہے۔" (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جوتے لے کر چلا) تو سب سے پہلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دے کر مجھ کو بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی، دل سے یقین کر کے تو اس کو جنت کی خوشخبری دوں۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ میری چھاتی کے بیچ میں مارا تو میں سرین کے بل گرا۔ پھر کہا: اے ابو ہریرہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ جا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر چلا گیا اور رونے والا ہی تھا کہ میرے ساتھ پیچھے سے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہوا۔" میں نے کہا: میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور جو پیغام آپ نے مجھے دے کر بھیجا تھا پہنچایا۔انہوں نے میری چھاتی کے بیچ میں ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا لوٹ جا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:"تو نے ایسا کیوں کیا؟" انہوں نے عرض کیا:"یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ابوہریرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتے دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین رکھ کر تو خوشخبری دو اس کو جنت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہاں"۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایسا نہ کیجئیے کیونکہ میں ڈرتا ہوں،لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے ان کو عمل کرنے دیجئیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اچھا ان کو عمل کرنے دو۔"(صحیح مسلم: ۲۷)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسے خوشخبری دے دو)۔

اسکا مفہوم یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ہر اس مسلمان بھائی کو خبر کردیں جس سے انکی ملاقات ہو کہ وہ جنتی ہے۔

آگے فرمایا: (یقین دل سے اقرار کرے)۔

یہاں پر یقین کی شرط لگائی ہے جو کہ شک وشبہ کی نفی کو مستلزم ہے،اور حدیث کے اندر یہی محل شاہد ہے۔

*حدیث کے فوائد:

۱-آخرت کے دن اور اس وقت کے حساب کتاب پر ایمان لانا واجب ہے۔

۲-توحید کی فضیلت، اور یہ کہ توحید دخول جنت کا سبب ہے۔

۳-شورائیت میں اصل درست بات کا قبول کرنا ہے خواہ وہ ایک ہی فرد کی طرف سے ہو، اسکے لئے سب کی رائے لینا ضروری نہیں ہے۔

۴-مصالح کے حصول پر مفاسد کا دفعیہ کرنا مقدم ہے، اور یہ شرعی اصول پر مبنی ہے نہ کہ عقلی توجیہ۔اس پر نصوص بے شمار ہیں۔جنکے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے۔



شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے کہا:

تیسری شرط:

اخلاص جو شرک کے منافی ہے۔

اخلاص کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:(أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ) ترجمہ: خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔(الزمر:۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) ترجمہ: اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔(البینہ:۵)۔

-سنت سے اسکی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ:" لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! میرا بھی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا، کیونکہ حدیث کے لینے کے لیے میں تمہاری بہت زیادہ حرص دیکھا کرتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہو گی جس نے کلمہ "لا إله إلا الله" خلوص دل سے کہا۔ (صحیح بخاری: ٦٥٧٠)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ، مَنْ قَالَ: لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّه) ترجمہ: اللہ نے دوزخ کی آگ کو اس شخص پر حرام کر دیا ہے جس نے کلمہ "لا إله إلا الله" کا اقرار کرلیا ہو اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی خوشنودی ہو۔ (صحیح بخاری: ٥٤٠١)۔

اور امام نسائی کی کتاب "الیوم واللیلہ" کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ دعاء پڑھی: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير" دل میں اخلاص اور زبان سے تصدیق کے ساتھ، تو اللہ تعالی اس دعا کیلئے آسمان میں ایک سوراخ کھول دیتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر اسی سوراخ سے اسے دیکھتا ہے، اور جس بندے کی طرف اللہ کی نظر ہو جائے اسے اسکا مقصد پورا کر دے گا۔ (الیوم واللیلہ، ص ١٥٠)۔

الشرح:

* اخلاص:

اخلاص لغت میں صاف ستھرا کرنے کو کہتے ہیں۔

اور شریعت میں کہتے ہیں کہ عبادت کو اللہ کیلئے اس طرح خالص اور صاف کر دیں کہ اس میں شرک اور ریاء کا ذرا بھی شائبہ نہ ہو۔

اللہ نے فرمایا: (أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ) ترجمہ: خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ (الزمر: ۳)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا:

یعنی تمہیں چاہیے کہ خود اللہ کی عبادتوں میں اور اس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا کو اسی طرف بلاؤ، کیونکہ اس اللہ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں، وہ لاشریک ہے، وہ بے مثال ہے، اس کا شریک کوئی نہیں۔ دین خالص یعنی شہادت توحید کے لائق وہی ہے۔ وہ خالص عمل ہی کو قبول کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴ / ۴۹)۔

اسی طرح شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا اخلاص کے حکم کو متحقق کرتا ہے اور اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے تمام تر کمال کا مالک ہے اور اس نے اپنے بندوں کو ہر لحاظ سے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اسی طرح ہر قسم کے شک وشب ہے سے پاک دین خالص بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ یہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا اور مخلوق میں سے

چنے ہوئے بندوں کے لئے منتخب فرمایا اور اسی کو اختیار کرنے کا اپنے بندوں کو حکم دیا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس سے خوف، اس پر امید، اس کی طرف انابت کے ذریعے سے بندوں کے مطالب کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو متضمن ہے۔

یہی وہ دین ہے جو قلوب کی اصلاح کر کے ان کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی عبادت میں شرک کرنا کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بری الذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شریکوں سے، سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔ شرک قلب و روح اور دنیا و آخرت کو فاسد کرتا ہے اور نفوس کو بدبختی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے توحید اور اخلاص کا حکم دیا ہے، وہاں شرک سے بھی روکا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی خبر دی ہے جنہوں نے شرک کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر ابن سعدی: ۴/ ۳۰۶)۔

تفسیر کے دونوں اماموں نے آیت کی جو توضیح اور تفسیر کی ہے اسکی مزید وضاحت صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بہ نسبت اور شریکوں کے محض بے پرواہ ہوں ساجھی سے، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو ملایا اور ساجھی کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھی

کے کام کو چھوڑ دیتا ہوں ۔" (یعنی جو عبادت اور عمل دکھانے اور شہرت کے واسطے ہو وہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں مردود ہے۔ اللہ اسی عبادت اور عمل کو قبول کرتا ہے جو اللہ ہی کے واسطے خالص ہو۔ اور دوسرے کا اس میں کچھ لگاؤ نہ ہو)۔ (صحیح مسلم: ۲۹۸۵)۔

* ارشاد باری تعالی ہے: (وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) ترجمہ: اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔ (البینہ: ۵)

شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

ان کو تمام شریعتوں میں حکم تو یہی ہے کہ عبادت کریں (اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ) اللہ کی اخلاص کے ساتھ اس کے لیے بندگی۔ یعنی اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کی طلب کو مقصد بناتے ہوئے (حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ) یکسو ہو کر۔ (یعنی دین توحید کے مخالف تمام ادیان سے منہ موڑ کر) اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ اللہ نے نماز اور زکوۃ کو ان کے فضل و شرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا حالانکہ وہ دونوں اللہ کے ارشاد (لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ) میں داخل ہیں نیز اس لیے بھی انہیں الگ ذکر کیا کہ یہ دونوں ایسی عبادتیں ہیں کہ جس نے ان کو قائم کیا اس نے دین کی تمام شرائع کو قائم کیا۔ اور یہ یعنی توحید اور اخلاص فی الدین دونوں (دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) دین مستقیم

ہیں جو نعمتوں بھری جنت میں پہنچاتا ہے اور اس کے سوا دیگر ادیان ایسے راستے ہیں جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔(تفسیر ابن سعدی: ۵ / ۴۴۲)۔

* شیخ نے کہا کہ سنت سے اسکی دلیل صحیحین میں ابو ہریرہ کی یہ روایت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد درج ذیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ: " لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! میرا بھی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا، کیونکہ حدیث کے لینے کے لیے میں تمہاری بہت زیادہ حرص دیکھا کرتا ہوں۔قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہو گی جس نے کلمہ "لا إله إلا الله" خلوص دل سے کہا۔(صحیح بخاری: ۶۵۷۰)۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اس حدیث کے اندر جس شفاعت کا ذکر آیا ہے وہ موحدین میں سے اہل

کبائر کیلئے ہے، اسی شفاعت کا انکار بعض اہل بدعت نے کیا ہے جیسے کہ خوارج اور معتزلہ۔

اسی حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ شاید کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کیا تھا جس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی امت کیلئے شفاعت کی دعاء چھپا کر رکھتا ہوں۔ اس سیاق کے ساتھ یہ حدیث کتاب الدعوات کے شروع میں آئی ہے۔ جسکے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۴۴۳)۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث سے اہل سنت والجماعہ نے شفاعت کیلئے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور مخالفین کا مذہب فساد کا شکار ہے۔

شیخ نے کہا کہ اسی طرح صحیح حدیث کے اندر عتبان بن مالک سے بھی روایت موجود ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے، اور اس کا پورا ایک واقعہ ہے، صحیح بخاری کے الفاظ کچھ اسطرح ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ، " أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ

اللَّهِ أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَّنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ، قَالَ: فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ، قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ"، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ.

ترجمہ: ابن شہاب نے بیان کیا کہ محمود بن ربیع انصاری نے کہا کہ عتبان بن مالک

انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور غزوہ بدر کے حاضر ہونے والوں میں سے تھے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بہنے لگ جاتی ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک نہیں جا سکتا یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان سے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔ عتبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ عتبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ عتبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے روکا اور آپ کی خدمت میں حلیم پیش کیا جو آپ ہی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا اور مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن دخشن یا (یہ کہا) ابن دخشن دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے اللہ اور رسول سے کوئی

محبت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ایسا مت کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے "لا إله إلا الله" کہا ہے اور اس سے مقصود خالص اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے "لا إله إلا الله" کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ پھر میں نے محمود سے سن کر حصین بن محمد انصاری سے جو بنو سالم کے شریف لوگوں میں سے ہیں (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ محمود سچا ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۲۵)۔

* آگے شیخ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالی نے دوزخ پر حرام کیا ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ تحریم کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: تحریم دخول مراد ہے، یعنی دوزخ میں کبھی نہیں جائیگا، اور یہ ان اہل توحید کے حق میں ہے جو نہ تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی صغائر پر اصرار کرتے ہیں۔

دوسری: تحریم خلود مراد ہے، یہ مرتکبین کبائر موحدین کے بارے میں ہے، جیسا کہ شفاعت والی حدیثوں میں اسکا ذکر آتا ہے۔

* آگے شیخ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جولا الہ الا اللہ کہے)۔
یعنی جو زبان سے کلمہ توحید کی گواہی دے، اور یہ معلوم رہے کہ یہ زبانی گواہی مفید ہے، جیسا کہ دوسری شرط کے تحت حدیث ابوہریرہ میں گزرا ہے۔
آگے کہا: (اسکے ذریعے وہ چاہتا ہو) یعنی وہ امید کرتا ہو، اس سے اشارہ اسی گواہی کی طرف ہے۔
آگے فرمایا: (وجہ اللہ)۔
اسکے اندر صفت وجہ کا اثبات ہے، اور اس حدیث سے شاہد یہ ہیکہ یہاں پر گواہی دینے میں اخلاص کی شرط لگائی گئی ہے۔
جیسا کہ اس حدیث سے دوسرے احکام بھی مستفاد ہوتے ہیں:
- دوزخ خالص توحید والوں پر حرام ہے۔
- اور یہ تحریم مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔
شیخ سلیمان ابن عبد اللہ نے اس حدیث کی شرح میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک طویل کلام ذکر کرنے کے بعد کہا جسکا خلاصہ یہ ہیکہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ دخول جنت اور دوزخ سے چھٹکارا پانے کا سبب ہے، اور اسکے کچھ تقاضے ہیں، جن میں کچھ شروط ہیں جنہیں پورا کرنا ہے اور کچھ موانع ہیں جنہیں ختم کرنا ہے، اسی لئے اگر کوئی شرط نہ پائی گئی یا کوئی رکاوٹ اور مانع دور نہ کی گئی تو وہ سبب نہ پایا جائے، اسی لئے حسن بصری رحمہ اللہ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جولا الہ الا اللہ کہہ دے وہ جنت میں جائے گا، تو آپ نے کہا کہ جولا الہ

الا اللہ کہے اور اسکے حقوق اور فرائض کو ادا کرے وہ جنت میں جائے گا۔

وہب بن منبہ سے کسی نے کہا کہ کیالا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ تو فرمایا کہ کیوں نہیں، لیکن پر چابی میں دندانے ہوتے ہیں، اگر دندانے والی چابی ہوگی تبھی جنت کھلے گی ورنہ نہیں۔

اسی طرح اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہیکہ اللہ تعالی نے ایمان اور اعمال صالحہ کو دخول جنت کا سبب بتایا ہے، اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعمال کو سبب بتایا ہے جیسا کہ صحیحین کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،" أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: مَا لَهُ، مَا لَهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ".

ترجمہ: سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (سنو) اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری: ۱۳۹۶)۔

اسی طرح مسند احمد کے اندر وارد ہوا ہے:

عن بشر ابْنَ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَايِعَهُ قَالَ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنْ أُقِيمَ الصَّلَاةَ وَأَنْ أُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ وَأَنْ أَحُجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَأَنْ أَصُومَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَأَنْ أُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا اثْنَتَانِ فَوَاللَّهِ مَا أُطِيقُهُمَا الْجِهَادُ وَالصَّدَقَةُ فَإِنَّهُمْ زَعَمُوا أَنَّهُ مَنْ وَلَّى الدُّبُرَ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنْ اللَّهِ فَأَخَافُ إِنْ حَضَرْتُ تِلْكَ جَشِعَتْ نَفْسِي وَكَرِهَتْ الْمَوْتَ وَالصَّدَقَةُ فَوَاللَّهِ مَا لِي إِلَّا غُنَيْمَةٌ وَعَشْرُ ذَوْدٍ هُنَّ رَسَلُ أَهْلِي وَحَمُولَتُهُمْ قَالَ فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ ثُمَّ حَرَّكَ يَدَهُ ثُمَّ قَالَ فَلَا جِهَادَ وَلَا صَدَقَةَ فَلِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِذًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أُبَايِعُكَ قَالَ فَبَايَعْتُ عَلَيْهِنَّ كُلِّهِنَّ۔

ترجمہ: سیدنا بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بیعت اسلام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے شرائط بیعت بیان فرمائیں یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ میں نماز قائم کروں، زکوۃ ادا کروں فرض حج کروں، ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کروں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) دو چیزوں کی تو واللہ مجھ میں طاقت نہیں ہے ایک جہاد اور دوسرا صدقہ، کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص میدان جنگ سے پشت پھیرتا ہے،

وہ اللہ کے غضب کے ساتھ واپس آتا ہے مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں کسی جنگ میں حاضر ہوں اور میرا نفس ڈر جائے اور میں موت کو ناپسند کرنے لگوں (تو اللہ کی ناراضگی میرے حصے میں آئے گی) اور جہاں تک صدقہ (زکوۃ) کا تعلق ہے تو واللہ میرے پاس تو صرف چند بکریاں اور دس اونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کی سواری اور بار برداری کے کام آتے ہیں، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا اور تھوڑی دیر بعد اپنے ہاتھ کو ہلا کر فرمایا نہ جہاد اور نہ صدقہ ؟ تو پھر جنت میں کیسے داخل ہوگے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بیعت کرتا ہوں، چنانچہ میں نے ان تمام شرائط پر بیعت کرلی ۔(مسند احمد)۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ توحید کے ساتھ دخول جنت کیلئے جہاد، صدقہ، نماز، روزہ اور حج بھی شرط ہے ۔اور اس باب میں حدیثیں بہت ہیں ۔

اور یہ حدیث اس بات پر بھی دلیل ہے کہ ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے، اعتقاد بھی ضروری ہے، اسی طرح برعکس بھی، اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ توحید خالص والوں پر دوزخ حرام ہے، اور یہ کہ کوئی عمل اسی وقت مفید ہوگا جب وہ اللہ کی خاطر خالص ہوگا۔(تیسیر العزیز الحمید، ص ۹۱)۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ نے جو بیان کیا ہے نصوص میں جمع و تطبیق کے ساتھ یہی راجح ہے ۔

* آگے شیخ نے کہا کہ امام نسائی نے بھی کتاب الیوم واللیلہ کے اندر اسے نقل کیا ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن عبد اللہ بن میمون اور یعقوب بن عاصم بن

عروہ بن مسعود نامی راوی ہیں۔

دونوں کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مقبول ہیں۔یعنی اگر انکا کوئی متابع نہ ہوتو پھر حدیث ضعیف ہوگی،اسلئے یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ مجھے اس پر شواہد اور متابعات نہیں ہیں جو اسے تقویت بہم پہنچاسکیں،واللہ اعلم۔



شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کہا:

* چوتھی شرط:

صدق، یعنی ایسی سچائی جو جھوٹ کے منافی اور نفاق سے مانع ہو۔

-سچائی کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: (أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ[2] وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ) ترجمہ: کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ [2] حالانکہ بلاشبہ یقینا ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔ (العنکبوت: ۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ[8] يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ[9] فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ [8] اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ [9] ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔ (البقرہ:

۱۰)۔

-سنت سے اسکی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے:

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنَ مَالِكٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا، قَالَ: " مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا، قَالَ: إِذًا يَتَّكِلُوا "، وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

ترجمہ: قتادہ سے مروی ہے کہ سیدنا انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سہ بارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول، تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تا کہ وہ

خوش ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے) معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرمادی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں مواخذہ نہ ہو۔ (صحیح بخاری:۱۲۸)۔

الشرح:

-امام بغوی رحمہ اللہ نے عنکبوت کی آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

الم احسب الناس،،لوگوں نے یہ گمان کیا کہ،ان یترکوا،بغیر امتحان اور بغیر آزمائش کے ان کو چھوڑ دیا جائے گا،ان یقولوا،صرف اتنا کہہ دینے سے، آمنا وھم لایفتنون، کہ ان کو ان کے اموال کی آزمائش مین اوار ان کے نفسوں کی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا،ہر گز نہیں بلکہ ضرور بالضرورا اور ان سے امتحان لیا جائے گا،تاکہ مخلص اور منافق کے درمیان جانچ پڑتال ہو جائے جھوٹے اور سچے انسان میں فرق واضح ہو جائے۔

یہاں تک کہ کہا:

بعض نے کہا وھم لایفتنون سے اوامر ونواہی مراد ہیں کہ شروع میں اللہ نے صرف ایمان کا حکم دیا تھا پھر نماز زکوۃ اور دوسرے قوانین کا حکم دیا۔بعض لوگوں کو اس کی تعمیل میں دشواری ہوگئی اور ان پر یہ حکم شاق ہوا،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولقد فتنا الذین من قبلھم،،یعنی انبیاء اور مومنین کی سخت آزمائش ہم کر چکے ہیں۔بعض انبیاء کو

آروں سے چیرا گیا بعض کو قتل کیا گیا، بنی اسرائیل کو فرعون بدترین عذاب دیتا رہا۔ فلیعلمن اللہ الذین صدقوا، ، ان کے قول، امنا، کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے وعدے میں سچے ہیں۔ ولیعلمن الکاذبین، ، اللہ انکے امتحان لینے سے پہلے ہی جانتا ہے آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ سچوں کو جھوٹوں سے الگ کر کے ظاہر کر دے تا کہ اللہ کے ازلی علم کا فعلی ظہور ہو جائے۔ (تفسیر بغوی: ۳/ ۴۶۰)۔

اور جہاں تک سورہ بقرہ کی آیتوں کا تعلق ہے تو ان میں اللہ کی طرف سے منافقوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ کس طرح وہ اپنے دلوں میں کفر کو چھپا کر زبان سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے گمان میں وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں تا کہ مومنین ان سے دھوکہ کھا جائیں، اور ان پر یقین کر لیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، لیکن انکی بے انتہا جہالت اور خبث باطن کی وجہ سے انہیں اسکا احساس ہی نہیں ہے، اور انہیں اس جھوٹ، نفاق اور تلون مزاجی پر جو چیز ابھار رہی ہے وہ شک ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انکے دلوں میں بیماری ہے جسے اللہ نے مزید بڑھا دیا ہے۔ یعنی شک کی بیماری ہے۔ اور بدلہ عمل ہی کے جنس سے ملتا ہے۔

یہ دنیا میں اسکی سزا ہے، اسکی نظیر بنی اسرائیل کے وہ کفار ہیں جنکے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے :(فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ) ترجمہ: پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الصف: ۵)۔

اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو وہاں پر انکے لئے دردناک عذاب ہے جیسا کہ اللہ نے خبر دی ہے۔

اسی طرح اسکی نظیر سورہ نساء کی وہ آیتیں بھی ہیں جو منافقین کے بارے میں اتری ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا [142] مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا) ترجمہ: بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ [142] اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہر گز کوئی راستہ نہ پائے گا۔ (النساء: ۱۴۳)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ نے کہا:

اللہ تبارک وتعالیٰ منافقین کی قبیح صفات اور مکروہ علامات کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے نیز یہ کہ ان کا طریق اللہ کو فریب دینا ہے یعنی بظاہر وہ مومن ہیں مگر باطن میں کافر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے کرتوتوں کا علم نہیں اور وہ ان کا دھوکا اپنے بندوں پر ظاہر نہیں کرے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ خود ان کو دھوکے میں مبتلا کر رہا ہے۔ ان کا مجرد یہ حال ہونا اور اسے راستے پر گامزن رہنا ان کا اپنے آپ کو دھوکے میں مبتلا کرنا ہے بھلا اس سے

بڑا دھوکہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص پوری دوڑ دھوپ کرے مگر اس کا ماحصل رسوائی، ذلت اور محرومی کے سوا کچھ نہ ہو۔

یہ چیز اس شخص کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ معصیت کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے نیکی خیال کرتا ہے اور اسے بڑی عقل مندی اور چال بازی سمجھتا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ جہالت اور خذلان اسے کس انجام پر پہنچائیں گے۔ قیامت کے روز ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دھوکہ یہ ہوگا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: (يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۚ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝13 يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ) ترجمہ: "اس روز منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے ٹھہرو! ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں! ان سے کہا جائے گا پیچھے لوٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندروین جانب رحمت ہوگی اور بیروین جانب عذاب، منافق پکار پکار کر اہل ایمان سے کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ (الحدید: ۱۴)۔

ان منافقین کی صفات یہ ہیں۔ (واذا قاموآ الی الصلوۃ) "جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔" نماز جو کہ سب سے بڑی عملی نیکی ہے۔ اگر وہ نماز کے لئے کھڑے ہو ہی

جاتے ہیں (قاموا کسالی) "تو سست ہو کر۔" یعنی بوجھل پن کے ساتھ تنگ دل اور زچ ہو کر اٹھتے ہیں۔" کاہلی کا اطلاق ان پر تب ہوتا ہے جب ان کے دلوں میں رغبت کا فقدان ہو، اگر ان کے دل اللہ تعالیٰ اور اس کے ثواب کی طرف رغبت سے خالی نہ ہوتے اور ان میں ایمان معدوم نہ ہوتا تو ان سے سستی اور کسل مندی کبھی صادر نہ ہوتی۔ (یرآءون الناس) "لوگوں کے دکھانے کو۔" یعنی یہ ان کی فطرت ہے اور یہی ان کے اعمال کا مصدر ہے۔ ان کے اعمال لوگوں کے دکھاوے کے لئے ہیں ان کا مقصد محض ریا کاری اور لوگوں سے تعظیم اور احترام حاصل کرنا ہے۔ اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص نہیں کرتے۔

لہٰذا فرمایا: (ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً) "اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت کم۔" کیونکہ ان کے دل ریا سے لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا التزام صرف مومن ہی کر سکتا ہے، کیونکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت سے لبریز ہے۔ (مذبذبین بین ذلك لا الی ھولآء ولا الی ھولآء) "بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں۔ نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف۔" یعنی وہ اہل ایمان اور کفار کے گروہوں کے درمیان متذبذب اور متردد ہیں۔ ظاہری اور باطنی طور پر اہل ایمان کے ساتھ ہیں نہ کفار کے ساتھ۔ انہوں نے اپنا باطن کفار کو عطا کر رکھا ہے۔ اور ظاہر مسلمانوں کے ساتھ ہے اور یہ سب سے بڑی گمراہی ہے۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: (ومن یضلل اللہ فلن تجد له سبیلا) اور جس کو اللہ بھٹکائے تو آپ اس کے لئے کبھی بھی راستہ نہیں پائیں گے۔" یعنی آپ اس کی ہدایت کا کوئی راستہ اور اس کو گمراہی سے بچانے کے لئے کوئی وسیلہ نہیں پائیں گے کیونکہ اس پر رحمت کا

دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس کی رحمت کی بجائے اللہ تعالیٰ کا غضب و انتقام اس کا نصیب بن چکا ہے۔

یہ تمام مذموم اوصاف اشارتاً دلالت کرتے ہیں کہ اہل ایمان ان کی متضاد صفات سے متصف ہیں اور وہ ہیں ظاہر و باطن میں صدق اور اخلاص۔ انہیں اپنی نمازوں، عبادات اور کثرت ذکر الٰہی میں جو نشاط حاصل ہوتا ہے وہ سب معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت عطا کی اور صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ پس ایک عقل مند شخص کو چاہیے کہ وہ ان دو امور پر غور کرے اور جو اس کے لئے بہتر ہے اسے اختیار کر لے۔ واللہ المستعان۔ (تفسیر ابن سعدی: ۱/ ۴۲۹)۔

* آگے شیخ نے کہا کہ سنت سے اسکی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بخاری کے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح وارد ہوئی ہے:

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: يَا مُعَاذُ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا، قَالَ: " مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا، قَالَ: إِذًا يَتَّكِلُوا "، وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

ترجمہ: قتادہ سے مروی ہے کہ سیدنا انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سہ بارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول، تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے) معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرمادی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں مواخذہ نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۱۲۸)۔

اس حدیث میں شاہد یہ قول ہے: (سچے دل سے گواہی دے)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے منافق کی گواہی نکل جائے گی۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۲۶)۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے اس حدیث کی مطابقت واضح ہوتی ہے ان آیات سے جنہیں مصنف نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس شخص کی گواہی رد کر دی جائے گی اگر زبانی اقرار کے ساتھ قلبی

اعتقاد نہ پایا جائے گا۔اسی لئے اللہ نے منافقوں کو جھوٹا کہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی زبانی گواہی دینے کے باوجود رد کردیا، کیونکہ یہ گواہی محض زبان تک محدود تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :(اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ) ترجمہ: اے محمد جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (از راہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اسکے پیغمبر ہو۔لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں ۔(المنافقون :۱)۔

حدیث کے اندر مذکورہ فوائد کے علاوہ بھی دیگر فوائد ہیں جن میں چند کا ذکر درج ذیل ہے:

۔معلم بعض مسائل کو اپنے کچھ خاص شاگردوں تک محدود رکھ سکتا ہے جب اسے یہ خدشہ ہو کہ یہ اسے نہیں سمجھ پائیں گے،اوراسی پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہیکہ کسی مسئلے کو نہ سمجھ پانے کے خدشے سے صرف کچھ لوگوں کو ہی بتانے کا بیان ۔

-مصالح کے حصول پر مفاسد کا دفعیہ کرنا مقدم ہے،اوراس پر شرعی دلائل قائم ہیں نہ کہ عقلی دلائل ، پھر بھی بہت سارے لوگ اس اہم پہلو سے غافل ہیں ۔واللہ المستعان ۔



شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا:

* پانچویں شرط:

محبت، یعنی کلمہ توحید سے محبت کرنا اور اسکے تقاضوں پر خوش ہونا۔

-محبت کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنالیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔ (البقرہ: ١٦٥)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (المائدہ: ٥٦)۔

-سنت سے اسکی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین باتیں ہیں، جس میں ہوں گی، وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس اور حلاوت پائے گا۔ ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھے، دوسرے یہ کہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے واسطے دوستی رکھے (یعنی دنیا کی کوئی غرض نہ ہو نہ اس سے ڈر ہو)، تیسرے یہ کہ کفر کو پھر اختیار کرنا بعد اس کے اللہ نے اس کو نجات دی اس کو اتنا برا جانے جیسے آگ میں پڑنا" (صحیح مسلم: ۴۳)۔

الشرح:

* شیخ نے کہا: محبت، یعنی کلمہ توحید سے محبت کرنا اور اسکے تقاضوں پر خوش ہونا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امور سے پورا ہو سکتا ہے:

پہلا امر: عبادت کو صرف اللہ کیلئے خالص کرنا۔

دوسرا امر: شرک کو ترک کرنا۔

مصنف نے کہا: دین کے دو اصول اور قاعدے ہیں:

پہلا: صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینا، اسی کی تلقین کرنا، اور اسی بنیاد پر دوستی کرنا، اور جو اسے ترک کرے اسکی تکفیر کرنا۔

دوسرا: اللہ کی عبادت میں شرک کرنے سے ڈرانا، اور اسے سنگین بتانا، اسی کی بنیاد پر دشمنی کرنا اور جو اسکا ارتکاب کرے اسکی تکفیر کرنا۔

آگے اللہ تعالی نے فرمایا: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنالیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔ (البقرہ: ۱۶۵)۔

یہ آیت دراصل ایک آیت کے بعد آئی ہے جسکے اندر اللہ کی وحدانیت اور عبادت میں اسے تنہا جاننے پر کئی دلائل موجود ہیں، اسکے باوجود ایسے لوگ معاشرے میں پائے جاتے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھے ہیں، اور ان سے بھی اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کی جاتی ہے۔

اور اللہ کے قول: (اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں)۔ کے بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: یعنی مومنوں کی محبت اللہ سے مشرکین کے مقابلے زیادہ ہے، کیونکہ مومنین صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں جبکہ مشرکین کی محنت مشترک ہے۔

دوسرا قول: مشرکین کی انکے معبودان سے محبت کے مقابلے مومنوں کی اللہ سے محبت زیادہ

ہے۔

پہلا زیادہ راجح ہے، واللہ اعلم۔

آیت کے اندر شرک اکبر کی ایک قسم محبت کی حرمت کا پتہ چلتا ہے، جیسے کہ مشرکین اللہ سے محبت کے ساتھ ساتھ اپنے معبودان سے بھی محبت کرتے تھے، یعنی محبت میں شرک کرتے تھے۔

آگے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (المائدہ:۵۴)۔

یہاں اللہ کی طرف سے خبر دی جارہی ہے کہ اگر لوگ دین کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ خود اپنے دین کا محافظ ہے، مگر وہ انہیں ختم کرکے ایسے لوگوں کو لائے گا جو اسکے دین کے محافظ ہوں گے، اور وہ درج ذیل پانچ صفات سے متصف ہیں:

پہلی صفت: اللہ ان سے محبت کرتا ہے دین پر مضبوطی سے عمل کرنے کی وجہ سے، اور وہ بھی اللہ سے محبت کرتے ہیں بایں طور کہ وہ اللہ کے اوامر کی بجا آوری کرتے ہیں اور نواہی سے

اجتناب کرتے ہیں۔

دوسری صفت: اہل ایمان کیلئے نرم دل ہیں۔

تیسری صفت: کفار کیلئے سخت ہیں۔

انہیں دونوں صفات کا ذکر اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) ترجمہ: محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ (الفتح: ۲۹)۔

چوتھی صفت: اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اسکے دین کی سربلندی کی خاطر۔

پانچویں صفت: وہ حق گو ہوں گے، ملامت کرنے والوں کی ملامت کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔

اور یہ پیشگوئی پوری ہوئی اس وقت جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کی فوج نے مرتدین سے مقابلہ کیا، اور جزیرہ عرب کو دوبارہ اسلام کا گہوارہ بنادیا۔

* مذکورہ آیات کے فوائد:

۱- اللہ کی عبادت میں اخلاص واجب ہے۔

۲- اللہ اور اسکے بندے دونوں طرف محبت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۳- کمال محبت کی وجہ سے اللہ نے مومنوں کی تعریف فرمائی ہے۔

۴- بہتر انجام اہل ایمان ہی کیلئے ہے۔

شیخ نے کہا: (یہ روایت صحیح حدیث کے اندر وارد ہوئی ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیحین میں وارد ہوئی ہے، اور مذکورہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

فرمایا: (تین چیزیں ایسی ہیں)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

یہ بہت عظیم حدیث ہے جو کہ اصول اسلام میں سے ایک اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

علماء نے ایمان کی حلاوت اور چاشنی کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد نیکیوں کی لذت اور اللہ کی رضا جوئی کی خاطر تکلیفوں کو برداشت کرنا ہے۔ دنیاوی مال ومتاع پر اسے ترجیح دینا ہے، اور بندے کی محبت اپنے رب سے اس طور پر مانی جائے گی کہ وہ اسکی اطاعت کرے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی آپ کی اطاعت میں ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۲/ ۱۳)۔

شیخ سلیمان ابن عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہیکہ جس کے اندر یہ تین چیزیں پائی جائیں گی اسکے اندر ایمان کی حلاوت پائی جائے گی، کیونکہ حلاوت کے ساتھ محبت بھی ہوتی ہے، سو اگر کوئی کسی سے محبت کرتا ہے اور اس سے اسکی مراد پوری ہو جاتی ہے تو وہ اسکی حلاوت اور لذت محسوس کرتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے، اور ایمان کی حلاوت سے بندہ اپنے رب سے بے انتہا محبت کرنے لگتا ہے، اور یہ تین امور سے پورا ہوگا:

۱- یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھے۔

اور یہ اسی وقت ہوگا جب بندہ ان تمام چیزوں سے محبت کرنے لگے جن سے اللہ کو محبت ہے

اوران تمام چیزوں سے نفرت کرنے لگے جن سے اللہ نفرت کرتا ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے واسطے دوستی رکھے (یعنی دنیا کی کوئی غرض نہ ہو نہ اس سے ڈر ہو)۔

۳- تیسرے یہ کہ کفر کو پھر اختیار کرنا بعد اس کے اللہ نے اس کو نجات دی اس کو اتنا برا جانے جیسے آگ میں پڑنا۔

میں کہتا ہوں کہ وہ ان چیزوں سے اسلئے نفرت کرتا ہے کیونکہ اسکے دل میں اللہ کی محبت سما چکی ہے، اسی لئے وہ اب اسی نور محبت سے محاسن اسلام اور خباثت کفر میں فرق کرنے لگا ہے۔

اور یہی وہ محبت کرنے والا ہے جو کل قیامت کے روز اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ. فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ، قَالَ: " أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ؟ " فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ " قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلَاةٍ، وَلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ "، فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَذَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟" اس آدمی نے کہا: میں موجود ہوں اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "قیامت کے لیے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے"، اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے کوئی زیادہ صوم و صلاۃ اکٹھا نہیں کی ہے (یعنی نوافل وغیرہ) مگر یہ بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے، اور تم بھی اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو"۔ انس کا بیان ہے کہ اسلام لانے کے بعد میں نے مسلمانوں کو اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا آپ کے اس قول سے وہ سب خوش نظر آ رہے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۵)۔

آگے فرمایا کہ ویسے ہی نفرت کرے جیسے آگ میں جانے سے نفرت کرتا ہے۔

اور یہ دونوں برابر ہے، خواہ آگ میں جائے یا کفر کی طرف پلٹے۔

اس حدیث کے اندر مزید کئی فوائد ہیں:

- اللہ ایسے مومن سے محبت کرتا ہے جس طرح کہ یہ اللہ سے محبت کرتا ہے

- اس میں رد ہے لوگوں کے اس گمان پر کہ پیدائشی مسلمان نومسلم سے افضل ہے، حقیقت یہ ہیکہ جو ان خصلتوں کا حامل ہو گا وہ دوسروں کے مقابلے افضل ہو گا خواہ وہ کوئی بھی ہو، اسی لئے سابقین اولین مسلمان پیدائشی مسلمانوں سے کہیں زیادہ افضل ہیں۔

-اسی طرح ان غالی متشددین پر بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے مطلق طور پر نقص اورعیب ہے، جبکہ درست بات یہ ہیکہ جو توبہ نہیں کرتا ہے اسکے لئے گناہ عیب ہے، اگر توبہ کرلے تو گناہ پھر عیب نہیں ہے، اسی لئے انصار ومہاجرین صحابہ جنہوں نے پہلے کفروشرک اور بت پرستی تک کاارتکاب کیا وہ بعد والوں سے افضل ہیں گرچہ انہوں نے کسی بڑے گناہ کاارتکاب نہیں کیا، بلکہ سچ تو یہ ہیکہ گمراہی سے ہدایت اور گناہوں سے نیکیوں کی طرف آنے سے ثواب کو مزید بڑھادیا جاتا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

-اس میں یہ بھی دلیل ہیکہ کفار سے دشمنی اور بغض رکھنا چاہئے، کیونکہ کوئی جب کسی چیز اور صفت سے نفرت کرتا ہے تو وہ اس سے بھی نفرت کرتا ہے جو اس سے متصف ہو، چنانچہ جب ہم کفر سے نفرت کرتے ہیں تو اس سے نفرت کرنا ضروری ہے جو کفر کو اپنائے۔ (تیسیر العزیز الحمید، ص ۴۷۷)۔



شیخ محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ نے کہا:

چھٹی شرط:

انقیاد وتابعداری: اس کلمہ کے حقوق ادا کرنے میں انقیاد وتابعداری کا پایا جانا، اور یہ واجب کردہ اعمال کو خالص اللہ کے لئے اس کی رضا وخوشنودی چاہتے ہوئے بجالانا ہے، اور یہی اس کلمہ کا تقاضا ہے۔

-انقیاد کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:(وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ) ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔(الزمر:٥٤)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا) ترجمہ: اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنالیا۔(النساء:١٢٥)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ) ترجمہ: اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقینا اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔(لقمان:٢٢)۔

مضبوط کڑا اسے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔(النساء:٦٥)۔

-سنت سے اسکی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤمِنُ أحدُكم حتى يكونَ هَواه تَبَعًا لما جئتُ به.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اسکی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے موافق نہ ہوجائے۔(شرح السنہ للبغوی:١/ ٢١٣)۔

الشرح:

شیخ نے کہا: اللہ نے فرمایا: (اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ)۔

امام بغوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وانیبوا الی ربکم، متوجہ ہوجاؤ اور لوٹو اسی کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ، واسلموا لہ، اور تم خالص

کرو اس کے لیے توحید کو۔ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لاتنصرون ۔(تفسیر بغوی: ۴/ ۸۵)۔

اسی طرح شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انابت میں جلدی کرن کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: (وانیبوا الی ربکم) "اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔" یعنی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو (واسلموا لہ) اور اپنے جوارح کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ اگر "انابت" کو مفرد بیان کیا گیا ہو تو اس میں اعمال جوارح بھی داخل ہوتے ہیں اور اگر "انابت" کو دوسرے امور کے ساتھ بیان کیا گیا ہو جیسا کہ اس مقام پر کیا گیا ہے تو اس کا معنی وہی ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (الی ربکم واسلموا لہ) اخلاص پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اخلاص کے بغیر ظاہری اور باطنی اعمال کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ (من قبل ان یاتیکم العذاب) "اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آواقع ہو" اور اسے روکا نہ جاسکے گا (ثم لاتنصرون) پھر اس عذاب کے مقابلے میں تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

گویا کہ پوچھا گا کہ "انابت" اور "اسلام" کیا ہیں، ان کی جزئیات واعمال کیا ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: (واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم) "اور پیروی کرو ان بہترین باتوں کی جو نازل کی گئیں تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف۔" یعنی باطنی اعمال کو بجالاؤ جن کا تمہیں حکم دیا گیا ہے مثلاً محبت الٰہی، خشیت الٰہی، خوف الٰہی، اللہ پر امید، اس کے بندوں کی خیر خواہی، ان کے لئے ہمیشہ بھلائی چاہنا اور ان امور سے متضاد امور سے اجتناب اور ظاہری اعمال

بجا لانا مثلاً نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنا، حج کرنا، صدقہ دینا اور بھلائی کے مختلف کام کرنا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہی بہترین کام ہیں جن کو ہمارے رب نے ہماری طرف نازل فرمایا ہے، لہٰذا ان امور میں اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے والا "منیب" اور "مسلم" ہے۔ (تفسیر ابن سعدی: ۴ / ۳۳۲)۔

میں کہتا ہوں کہ دونوں اماموں نے جو تفسیر کی ہے مذکورہ اس آیت سے مربوط ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (قُلۡ يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ) ترجمہ: (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (الزمر: ۵۳)۔

چنانچہ سب سے عظیم اور بہترین تفسیر وہی ہے جس کے ساتھ دلیل ہو اور جس سے دل کو سکون اور اطمینان کا اظہار ہو، سو اس کا مفہوم مزید واضح اور موکد ہوتا ہے درج ذیل اس حدیث کی روشنی میں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوِ الدُّخَانَ، أَوِ الدَّجَّالَ، أَوِ الدَّابَّةَ، أَوْ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ، أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جلدی کرو نیک اعمال کرنے کی چھ چیزوں سے پہلے، ایک دجال کے نکلنے سے، دوسرے دھواں، تیسرے زمین کا جانور، چوتھے آفتاب کا پچھم سے نکلنا، پانچویں قیامت، چھٹے موت۔“ (یعنی جب یہ باتیں آجائیں گی تو نیک اعمال کا قابو جاتا رہے گا)۔(صحیح مسلم:۲۹۴۷)۔

آیت سے حدیث میں مطابقت یہی ہیکہ اعمال کی ادائیگی میں جلدی کرنے کا حکم ہے، سستی اور کاہلی سے روکا گیا ہے اور اللہ کی طرف انابت اور رجوع میں یہ ضروری ہے، واللہ اعلم۔

آگے فرمایا:(وَمَنۡ أَحۡسَنُ دِينٗا مِّمَّنۡ أَسۡلَمَ وَجۡهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٞ) ترجمہ: اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو۔

پوری آیت اس طرح ہے: (وَمَنۡ أَحۡسَنُ دِينٗا مِّمَّنۡ أَسۡلَمَ وَجۡهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٞ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗاۗ وَاتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبۡرَٰهِيمَ خَلِيلٗا) ترجمہ:اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنالیا۔(النساء:۱۲۵)۔

یعنی دین اور اللہ کی عبادت کرنے کے اعتبار سے اس سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا ہے جو اپنے تمام اقوال و اعمال کو اسلام اور احسان کے درمیان جمع کرلے۔اور یہ مفہوم ہیکہ اس نے اللہ کیلئے اخلاص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے متابعت کو جمع کرلیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا:

بدعملیوں کی سزا کا ذکر کرکے اب نیک اعمال کی جزا کا بیان فرمارہا ہے بدی کی سزایا تو دنیا میں ہی ہوجاتی ہے اور بندے کے لئے یہی اچھا یا آخرت میں ہوتی ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے، ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دونوں جہان کی عافیت عطا فرمائے اور مہربانی اور درگذر کرے اور اپنی پکڑ اور ناراضگی سے بچالے، اعمال صالحہ کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور اپنے احسان و کرم و رحم سے انہیں قبول کرتا ہے کسی مرد عورت کے کسی نیک عمل کو وہ ضائع نہیں کرتا ہاں یہ شرط ہے کہ وہ ایماندار ہو، ان نیک لوگوں کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا اور ان کی حسنات میں کوئی کمی نہیں آنے دے گا، فتیل کہتے ہیں اس گٹھلی کے درمیان جو ہلکا سا چھلکا ہوتا ہے اس کو مگر یہ دونوں تو کھجور کے بیج میں ہوتے ہیں اور قطمیر کہتے ہیں اس بیج کے اوپر کے لفافے کو اور یہ تینوں لفظ اس موقعہ پر قرآن میں آئے ہیں ۔ پھر فرمایا اس سے اچھے دین والا کون ہے؟ جو نیک نیتی کے ساتھ اس کے فرمان کے مطابق اس کے احکام بجالائے اور ہو بھی وہ محسن یعنی شریعت کا پابند دین حق اور ہدایت پر چلنے والا رسول کی حدیث پر عمل کرنے والا ہر نیک عمل کی قبولیت کے لئے یہ دونوں باتیں شرط ہیں یعنی خلوص اور وحی کے مطابق ہونا، خلوص سے یہ مطلب کہ فقط اللہ کی رضامندی مطلوب ہو اور ٹھیک ہونا یہ ہے کہ شریعت کی ماتحتی میں ہو، پس ظاہر تو قرآن حدیث کے موافق ہونے سے ٹھیک ہوجاتا ہے اور باطن نیک نیتی سے سنور جاتا ہے، اگر ان دو باتوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل فاسد ہوتا ہے، اخلاص نہ ہونے سے منافقت آجاتی ہے لوگوں کی رضا جوئی اور انہیں کھانا مقصود ہوجاتا ہے اور عمل قابل قبول نہیں رہتا سنت کے موافق نہ ہونے سے

ضلالت و جہالت کا مجموعہ ہو جاتا ہے اور اس سے بھی عمل پایہ قبولیت سے گر جاتا ہے اور چونکہ مومن کا عمل ریا کاری اور شریعت کے مخالفت سے بچا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کا عمل سب سے اچھا عمل ہو جاتا ہے جو اللہ کو پسند آتا ہے اور اس کی جزا کا بلکہ اور گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کرو یعنی آنحضرت ﷺ کی اور آپ کے قدم بہ قدم چلنے والوں کی بھی قیامت تک ہوں، جیسے اور آیت میں ہے (آیت ان اولی الناس بابراھیم الخ،) یعنی ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہے اور نبی ہوئے۔ دوسری آیت میں فرمایا (ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا‌ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ)16۔النحل:123) پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر جو مشرک نہ تھے، حنیف کہتے ہیں قصداً شرک سے بیزار اور پوری طرح حق کی طرف متوجہ ہونے والا جسے کوئی روکنے والا روک نہ سکے اور کوئی ہٹانے والا ہٹا نہ سکے۔(تفسیر ابن کثیر :۱ / ۵۷۳)۔

اس طرح آیت کا خلاصہ دو چیزیں ہیں:

پہلی چیز: کسی بھی عمل کو عند اللہ شرف قبولیت اسی وقت مل سکتا ہے جب اسکے اندر ایمان باللہ، اللہ کیلئے اخلاص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت شامل ہو جائے، اور انقیاد اور تابعداری کی یہی غایت اور انتہا ہے۔

دوسری چیز: جس حنیفیت کے ساتھ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے قبل دیگر انبیاء

ورسل کومبعوث کیا ہے اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔

آگے فرمایا: (وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى) ترجمہ: اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقینا اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا۔

یہاں پر اللہ تعالی یہ خبر دے رہا ہے کہ مضبوط کڑے کو تھامنے کا طریقہ یہ ہیکہ احسان اور نیکی کے ساتھ خود کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دیں۔

آگے کہا: (مضبوط کڑا اسے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ بعض سلف سے ایک تفسیر وارد ہوئی ہے، مزید فائدے اور مفہوم کی مزید وضاحت اور تاکید کی خاطر میں یہاں پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرتا ہوں جو آپ نے اسی آیت کی طرح سورہ بقرہ کی درج ذیل آیت کے تحت کہی ہے: (فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے (البقرہ:۲۵۶)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص بت اور اوثان اور معبودان باطل اور شیطانی کلام کی قبولیت کو چھوڑ دے اللہ کی توحید کا اقراری اور عامل بن جائے وہ سیدھا اور صحیح راہ پر ہے۔

یہاں تک کہ آگے کہا: طاغوت کو شیطان کے معنی میں لینا بہت ہی اچھا ہے اس لئے کہ یہ

ہراس برائی کو شامل ہے جو اہل جاہلیت میں تھی، بت کی پوجا کرنا، ان کی طرف حاجتیں لے جانا ان سے سختی کے وقت طلب امداد کرنا وغیرہ۔

پھر فرمایا اس شخص نے مضبوط کڑا تھام لیا، یعنی دین کے اعلیٰ اور قوی سبب کو لے لیا جو نہ ٹوٹے نہ پھوٹے، خوب مضبوط مستحکم قوی اور کڑا ہوا۔

امام مجاہد کہتے ہیں کہ عروہ وثقی سے مراد ایمان ہے۔

امام سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

سعید بن جبیر اور ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عروہ وثقی سے مراد قرآن ہے۔

اور سالم بن ابی الجعد نے کہا کہ اس سے مراد اللہ کی خاطر محبت اور اسی کیلئے دشمنی کرنا ہے۔ یہ سارے صحیح ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳۱۹)۔

آگے کہا: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔ (النساء: ٦٥)۔

یہاں پر اللہ تعالی یہ خبر دے رہا ہے کہ ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے ایمان تین امور کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے:

پہلا امر: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر معاملے میں فیصل بنانا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی شخصیت کو اور وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو۔

دوسرا امر: فیصل بناتے وقت دل میں کسی بھی طرح کے کسی حرج کا احساس نہ ہو، اس سے لازم آتا ہیکہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو پورے شرح صدر کے ساتھ قبول کریں۔

تیسرا امر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو بلا چون چرا پورے طور پر تسلیم کیا جائے۔

اس آیت کا مفہوم درج ذیل اس حدیث سے مزید واضح ہو جائے گا:

عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرِيجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ"، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: " اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ"، وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ حِينَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ، كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيهِ سَعَةٌ، قَالَ الزُّبَيْرُ: فَمَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سورۃ النساء آیۃ ٦٥۔

ترجمہ: عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری صحابی سے مقام حرہ کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا (کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے) نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبیر! پہلے تم اپنے باغ سینچ لو پھر اپنے پڑوسی کو جلد پانی دے دینا۔اس پر اس انصاری صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! اس لیے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبیر! اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے، پھر اپنے پڑوسی کے لیے اسے چھوڑو۔(پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی) لیکن اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا پورا حق دے دیا کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی۔جس سے آپ کا غصہ ہونا قدرتی تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلے فیصلہ میں دونوں کے لیے رعایت رکھی تھی۔زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے، یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھیں "فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم" "تیرے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہوں آپ کو حکم نہ بنالیں اور آپ کے فیصلے کو کھلے دل کے ساتھ برضا و رغبت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔" (صحیح بخاری: ۴۵۸۵)۔

اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے اور حکم کی تابعداری کرنے اور اسے تسلیم کرنے کے وجوب پر اللہ تعالی کا یہ قول بھی اسی طرح دلالت کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور

رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔(النساء:۵۹)۔

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت اور ما قبل کی آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لوگ اپنے تمام تنازعات کو، خواہ یہ اصول دین میں ہوں یا فروع دین میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائیں، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف کیونکہ تمام اختلافی مسائل کا حل قرآن وسنت میں موجود ہے یا تو ان اختلافات کا حل صراحت کے ساتھ قرآن اور سنت میں موجود ہوتا ہے یا ان کے عموم، ایماء، تنبیہ، مفہوم مخالف اور عموم معنی میں ان اختلافات کا حل موجود ہوتا ہے اور عموم معنی میں اس کے مشابہہ مسائل میں قیام کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر دین کی بنیاد قائم ہے ان دونوں کو حجت تسلیم کئے بغیر ایمان درست نہیں۔ اپنے تنازعات کو قرآن وسنت کی طرف لوٹانا شرط ایمان ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر) "اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔" یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی نزاعی مسائل کو قرآن وسنت پر پیش نہیں کرتا وہ حقیقی مومن نہیں بلکہ وہ طاغوت پر ایمان رکھتا ہے، جیسا کہ بعد والی آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

(ذلک) "یہ" یعنی تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا (خیر واحسن تاویلا) "یہ

بہت بہتر ہے اور بااعتبار انجام کے بہت اچھا ہے" کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ سب سے اچھا فیصلہ ہے۔(تفسیر ابن سعدی: ۱/ ۳۶۲)۔

*** مذکورہ آیتوں سے دیگر فوائد:**

۱- اللہ وحدہ لاشریک کیلئے اخلاص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی مضبوط کڑے کو تھامنے کا واحد راستہ ہے۔

۲- ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے اللہ اور اسکے رسول کے حکم تابعداری واجب ہے، اور مصنف رحمہ اللہ کا یہی وجہ استدلال ہے۔

آگے شیخ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا يؤمنُ أحدُكم حتى يكونَ هَواه تَبَعًا لما جئتُ به. ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اسکی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے موافق نہ ہوجائے۔(شرح السنہ للبغوی: ۱/ ۲۱۳)۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے واسطے امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنہ (۱/ ۲۲۳) میں، امام خطیب نے تاریخ بغداد (۴/ ۳۶۹) میں اور ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ (۱/ ۱۲) کے اندر نقل کیا ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اسکی سند کی بنیاد نعیم بن حماد پر ہے، حافظ ابن رجب نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تصحیح بہت بعید ہے درج ذیل وجوہات کے سبب:
اسی روایت کرنے میں نعیم بن حماد مروزی منفرد ہیں، نعیم کو گرچہ بعض ائمہ نے ثقہ کہا ہے اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، اسکی وجہ یہ ہیکہ موصوف سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور اہل بدعت نفس پرستوں پر رد کرنے میں بڑے سخت تھے، لیکن ساتھ میں انہیں حدیث روایت کرنے میں متہم کرتے تھے کہ بعض حدیثیں ان پر مشتبہ ہو جاتی ہیں، اور منکر روایتیں روایت کرنے لگتے ہیں، جب ائمہ حدیث نے یہ چیز کثرت سے دیکھی تو ان پر ضعیف کا حکم لگا دیا۔
یہاں تک کہ آگے کہا کہ اور جہاں تک حدیث کے مفہوم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کیا جائے گا، اور جن چیزوں کا آپ نے حکم دیا ہے ان سے محبت اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے نفرت کی جائے گی۔ قرآن میں اس طرح کی نظیر بہت مل جائے گی، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔(النساء: ۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا) ترجمہ: اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقینا وہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔ (الأحزاب:٣٦)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ) ترجمہ: یہ اس لیے کہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ (محمد:٩)

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ) ترجمہ: یہ اس لیے کہ انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ (محمد:٢٨)۔

سو ہر مومن پر واجب ہیکہ وہ اللہ کی پسندیدہ امور سے اس طرح محبت کرے جس سے واجبات کی بجا آوری لازم ہو، اگر یہ محبت اس سے بھی زیادہ ہو جائے کہ وہ دیگر مستحبات کو بھی بجا لانے لگے تو یہ اللہ کی طرف سے اس پر مزید فضل و کرم ہے، اسی طرح یہ بھی واجب ہیکہ وہ اللہ کی تمام ناپسندیدہ امور سے اس طرح نفرت کرے کہ اللہ کی حرام کردہ تمام امور کو چھوڑنا لازم آئے اور اگر نفرت یہاں تک ہو جائے کہ بندہ اللہ کی ناپسندیدہ امور کو چھوڑ دے تو یہ بھی اس پر اللہ کی طرف سے فضل و کرم ہوگا۔ صحیحین کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی

مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکے نزدیک اسکی جان، اسکی آل اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

سوکوئی بھی مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام مخلوق کی محبت پر مقدم نہ کردے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے تابع ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح محبت کا تقاضہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام محبوب امور میں اتباع کی جائے اور تمام ناپسندیدہ امور سے اجتناب کیا جائے۔ (جامع العلوم والحکم، ص ۳۶۴)۔

میں کہتا ہوں: مجھے لگتا ہیکہ مصنف رحمہ اللہ نے حدیث کے معنی کی صحت پر استدلال کیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن رجب نے دلیلوں کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔



شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا:

ساتویں شرط:

قبول کرنا جو رد کے منافی ہے۔

-قبول کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:(وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ[23] قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ[24] فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ) ترجمہ:اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں[23] پیغمبر نے کہا اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا(دین)لاؤں کہ جس رستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہ اس سے کہیں سیدھا رستہ دکھاتا ہے کہنے لگے کہ جو (دین)تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے[24] تو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(الزخرف:۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ[35] وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ) ترجمہ:بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔[35] اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟

(الصافات:٣٦)۔

-سنت سے اسکی دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ سے مروی ہیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا

(یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۷۹)۔

الشرح:

شیخ نے کہا کہ اللہ کا فرمان ہے: (وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا......) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا...۔

یہاں پر اللہ تعالی یہ خبر دے رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ساتھ کفار قریش اور دیگر مشرکین عرب جو سلوک کر رہے ہیں اور آپ ے لائے ہوئے حق سے جس طرح اعراض برت رہے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے پہلی امتوں نے اپنے انبیاء ورسل کے ساتھ کیا، اور ان سب کو ایسا کرنے پر شخصی اور قومی تقلید نے مجبور کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ نے کہا:

(آیت) "اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت دینے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا۔" یعنی بستی کے وہ لوگ جو نعمتوں سے نوازے گئے تھے اور وہ اشراف جن کو دنیا نے سرکش اور مال و دولت نے مغرور بنا دیا تھا اور وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے تھے: (انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی اثرھم مقتدون) "ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی اقتدار کر رہے ہیں۔" پس ان لوگوں کا یہ

رو یہ کوئی نئی چیز ہے نہ یہ پہلے لوگ ہی ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہو۔ان گمراہ مشرکین کا اپنے آباء واجداد کی تقلید کو دلیل بنانے کا مقصد حق اور ہدیات کی اتباع نہیں بلکہ یہ تو محض تعصب ہے جس کا مقصد اپنے باطل موقف کی تائید ونصرت ہے۔

بنابریں ہر رسول نے، ایسے لوگوں سے جنہوں نے اس باطل شبہ کی بنا پر اس کی مخالفت کی، کہا ہے: (آیت) "اگر چہ میں تمہارے پاس ایسا دین لاؤں کہ جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہ اس سے کہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔" یعنی کیا تم ہدایت کی خاطر میری پیروی کرو گے؟ (قالو آانا بما ارسلتم بہ کفرون) "انہوں نے کہا: جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ حق اور ہدایت کی اتباع نہ تھا۔ان کا مقصد تو صرف باطل اور خواہشات نفس کی پیروی تھا۔(فانتقمنا منھم) پس اس باطل شبے کی بنیاد پر ان کے حق کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کا ہم نے ان سے انتقام لیا۔(فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین) "تو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟" پس ان لوگوں کو اپنی تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔(تفسیر ابن سعدی: ۴/ ۴۴۲)۔

*آیتوں سے مستفاد فوائد:

۱-نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قلبی اور تسلی کا بیان، اور یہ کہ کفار مکہ کی یہ روش کوئی نئی بات

نہیں ہے۔

۲-نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے سے سخت تحذیر پایا جاتا ہے۔

۳-تقلید کا سنگین خطرہ، اور یہ کہ حق اور ہدایت کی قبولیت میں تقلید بہت بڑی رکاوٹ ہے، اس پر صحیحین کی یہ روایت بھی واضح طور سے دلالت کرتی ہے:

عن سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ قَالَ:" لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، فَقَالَ:" أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ"، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى، قَالَ أَبُو طَالِبٍ: آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ، يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ سورة التوبة آية ۱۱۳ وَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ سورة القصص آية ۵۶.

ترجمہ: سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ان کے والد (مسیب بن حزن) نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے،

ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چچا! آپ صرف کلمہ "لا إله إلا الله" پڑھ دیجئیے تا کہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں۔ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان سے یہی کہتے رہے (کہ آپ صرف ایک کلمہ پڑھ لیں) اور یہ دونوں بھی اپنی بات ان کے سامنے بار بار دہراتے رہے (کہ کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟) آخر ابوطالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ یہی تھا کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہی قائم ہیں۔ انہوں نے "لا إله إلا الله" پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے طلب مغفرت کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "ما کان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین" "نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔"

اور خاص ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا "إنك لا تهدی من أحببت ولكن الله يهدی من يشاء" کہ "جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے، البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لیے وہ ہدایت چاہتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۴۷۷۲)۔

شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ نے مسائل الجاھلیہ میں کہا:

آٹھواں مسئلہ: انسان پر بری صحبت کا اثر۔

نواں مسئلہ: اسلاف و اکابر کی تعظیم میں غلو کرنے کا نقصان۔

دیکھیں آپ- اللہ ہمیں اور آپ سب کو ہدایت پر قائم رکھے- کیسے ابو طالب پر انکے باپ دادا کے دین کا برا اثر ہوا یہاں تک کہ انہوں نے کلمہ حق کی گواہی دینے سے انکار کر دیا، ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ) ترجمہ: بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقینا نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔ (ق: ۳۷)۔

سوائے میرے مسلمان بھائی! احمقانہ تعصب اور اندھی تقلید سے دور رہو۔

شیخ نے کہا کہ اللہ کا فرمان ہے: (إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ[35] وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ) ترجمہ: بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ [35] اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقینا اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟ (الصافات: ۳۶)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ نے کہا:

پھر اس بات کا تذکرہ کیا کہ ان کے جرائم تمام حدیں پھلانگ گئے تھے، اس لئے فرمایا (آیت) "بیشک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ انہیں

اس کلمے کی طرف بلایا جاتا اور انہیں اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو چھوڑنے کا کہا جاتا تو (یستکبرون) وہ اس دعوت اور اس کو پیش کرنے والے کے ساتھ تکبر سے پیش آتے تھے۔

(ویقولن) اور اس کلمہ حق کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے تھے: (ائنا لتارکو آ الھتنا) "کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں" جن کی ہم اور ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں (بشاعر مجنون) "ایک مجنون شاعر کی وجہ سے۔" اس سے وہ رسول اللہ ﷺ مراد لیتے تھے۔ اللہ ان کا برا کرے۔

انہوں نے صرف آپ ﷺ سے روگردانی اور مجرد آپ کی تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے آپ پر بدترین حکم لگایا جو سب سے بڑے ظلم پر مبنی ہے۔ انہوں نے آپ کو مجنون شاعر قرار دیا، حالانکہ انہیں خوب علم تھا کہ آپ شاعری جانتے ہیں نہ شعرا سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی طرح شاعری کے کبھی اوصاف بیان کئے ہیں اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے زیادہ عظیم رائے کے حامل ہیں۔ (تفسیر ابن سعدی: ۴/ ۲۵۶)۔

میں کہتا ہوں کہ مشرکین کا یہ عمل انتہا درجے کا اعراض اور ترک و بے توجہی ہے، اسی طرح لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے میں بہت ہی گھٹیا اور قبیح طریقہ ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے انکی تکذیب کی اور انکے اس بہتان اور جھوٹے قول کی تردید کرتے ہوئے آگے فرمایا: (بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ) ترجمہ: (نہیں) بلکہ وہ حق لے کر آئے ہیں اور (پہلے) پیغمبروں کو سچا کہتے ہیں۔ (الصافات: ۳۷)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں سچ لے کر آئے ہیں ساری شریعت سراسر حق ہے خبریں ہوں تو اور حکم ہوں تو۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپکی بیان کی تھیں۔ انکے صحیح مصدق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء نے کئے جیسے اور آیت میں ہے: (مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ۔ (فصلت: ۴۳) یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۷)۔

آگے شیخ نے کہا: سنت سے اسکی دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ.....

میں کہتا ہوں کہ شیخ نے اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے اور محل شاہد حدیث کا یہ آخری ٹکڑا ہے: (فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ" ترجمہ: تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے

سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری:۷۹)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاں تک حدیث کے معانی اور اسکے مقصود کا تعلق ہے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور ہدایت کی مثال بارش کے پانی سے دی گئی ہے، اور جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بارش کے پانی کو لیکر زمین کی تین قسمیں ہیں اسی طرح ہدایت کو لیکر لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

زمین کی پہلی قسم بارش سے فائدہ اٹھاتی ہے، اور ہری بھری ہو جاتی ہے جبکہ پہلے ایک مردہ جان تھی، سو اب وہ سبزہ بھی اگاتی ہے جس سے لوگ، چوپائے اور چرند پرند سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح لوگوں کی بھی پہلی قسم ہے جن کے پاس علم و ہدایت جب پہونچتی ہے تو اسے محفوظ کر لیتے ہیں، اور اس سے اپنے دلوں کو زندہ کرتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، اس طرح وہ اس سے خود مستفید ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

دوسری قسم:

زمین کی دوسری قسم بارش سے خود تو فائدہ اٹھاتی ہے مگر دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے، یعنی سارا پانی جذب کر لیتی ہے، اس پر نہ تو سبزہ اگتا ہے اور نہ ہی پانی رکتا ہے کہ اس سے لوگ اور چرند پرند فائدہ اٹھائیں۔

یہی حال دوسری قسم کے لوگوں کا بھی ہے کہ انکے پاس محفوظ کرنے والے دل تو ہیں مگر فہم ثاقب اور عقل راسخ سے محروم ہیں کہ جس سے معانی اور احکام کا استنباط کریں، اور نہ ہی انکے پاس نیکی اور کوئی عمل خیر ہے، وہ علم کو تو محفوظ کر لیتے ہیں مگر علم کے دوسرے پیاسوں کو اس سے سیراب نہیں کر پاتے۔

تیسری قسم:

زمین کی تیسری قسم وہ بنجر ہے جہاں کوئی سبزہ نہیں اگتا، اور نہ ہی وہ پانی کو جذب کر پاتی ہے، اس طرح نہ تو وہ خود فائدہ اٹھاتی ہے اور نہ ہی دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

یہی حال تیسری قسم کے لوگوں کا بھی ہے کہ جن کے پاس نہ تو محفوظ رکھنے والے دل ہیں اور نہ ہی فہم ثاقب، چنانچہ جب وہ علم وہدایت کی باتیں سنتے ہیں تو ایسی صورت میں نہ تو وہ خود اس سے فائدہ اٹھا پاتے ہیں اور نہ ہی اسے یاد کر کے دوسروں کو فائدہ پہونچا پاتے ہیں، واللہ اعلم۔

اور اس حدیث کے اندر مختلف انواع کے علمی فوائد ہیں، جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

۱-امثال بیان کرنا۔

۲-علم اور تعلیم کی فضیلت۔

۳-تعلیم کے حصول پر شدید توجہ دینا۔

۴-علم سے اعراض کرنے کی مذمت۔(شرح صحیح مسلم: ۱۵/ ۴۷)۔

واللہ اعلم، شروط لا الہ الا اللہ سے متعلق مجھے جو معلومات میسر ہو سکیں ان کی روشنی میں

اس مختصر شرح کو ضبط تحریر کر دیا، والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ:

عبید بن عبد اللہ بن سلیمان الجابری

۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

مدینہ نبویہ

